محققانہ فیصلہ

جلال الدین احمد امجدی

مکتبہ رضویہ گجرات

ذخیرہ
محمد ثاقب رضا قادری رضوی
لاہور پاکستان

آٹھ مسئلوں کا

محققانہ فیصلہ

تصنیف

حضرت مولانا الحاج جلال الدین احمد امجدی مفتی فیض الرسول

براؤں شریف ضلع بستی یوپی
(انڈیا)

ملنے کا پتہ

مکتبہ رضویہ گجرات (پاکستان)

نام کتاب :- آٹھ مسئلوں کا محققانہ فیصلہ

مصنّف :- حضرت مولانا جلال الدّین احمد امجدی

ناشر :- مکتبۂ رضویہ، گجرات

پروسس :- حافظ پروسس سرکلر روڈ، لاہور

طباعت بار اوّل :- ربیع الاوّل، فروری ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء

مطبع :- بختیار پرنٹرز، گنج بخش روڈ، لاہور

تعداد :- ایک ہزار

قیمت :- ایک روپیہ، پچاس پیسے

ملنے کے پتے

(۱) مکتبۂ رضویہ، ریلوے روڈ، گجرات
(۲) شرکت حنفیہ لمیٹڈ گنج بخش روڈ، لاہور
(۳) رضا پبلیکیشنز، بازار داتا صاحب، لاہور
(۴) عظیم پبلیکیشنز پوسٹ بکس ۱۹۹۶، لاہور

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ
۱	بدعت	۵
	بدعت کی پانچ قسمیں	۷
	بدعتوں کا رواج	۱۲
۲	صلاۃ وسلام	۱۶
۳	انگوٹھا چومنا	۲۱
۴	اولیائے کرام کی نذر	۲۴
۵	تکبیر کے وقت بیٹھنا	۳۱
۶	خطبہ کی اذان مسجد کے باہر سنت ہے۔	۳۶
۷	بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا	۳۷
۸	ایصال ثواب اور فاتحہ	۳۹
	فاتحہ کا آسان طریقہ	۴۵
	چند تجاویز :۔ میاں عبدالرشید۔	۴۷

۷۸۶
۹۲

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

آج کل مسلمانوں کے معاشرہ میں جس تیزی کے ساتھ غلط عادات و رسوم راہ پاتے جارہے ہیں وہیں اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس صدی کی چند نوزائیدہ جماعتوں کی تحریک کے زیر اثر اسلاف کرام کے مستحسن مراسم کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم ہوچکا ہے۔ صدیوں سے جن پر خوش عقیدہ مسلمانوں کا عمل تھا وہی معمولات شرک و بدعت کی خانہ ساز مشین گنوں کی زد پہ ہیں اور اس پہ اختلاف و نزاع کی ایسی گرم بازاری ہوئی کہ سادہ لوح مسلمانوں کے لیے حق و باطل کا امتیاز دشوار ہوگیا۔ اس خصوص میں استاذی حضرت علامہ جلال الدین احمد صاحب قبلہ امجدی مفتیؔ فیض الرسول کو توجہ دلائی گئی، نتیجۃً چند مختلف فیہ و متنازع مسائل پہ تحقیقی مطالعے کو سمیٹے ہوئے یہ مختصر مگر جامع رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، جس سے ان مسائل کی واضح تصویر سامنے آجائے گی۔

مولیٰ عزوجل اسے شرف قبول عطا فرماکے اس کے فیوض و برکات کو عام و تام فرمائے۔

غلام عبد القادر علوی

خادم آستانہ یار علویہ و دار العلوم فیض الرسول براؤں شریف
۲۷ ربیع النور سنہ ۱۳۹۸ھ ، ۷ مارچ سنہ ۱۹۷۸ء

بدعت

لغت میں نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں بدعت وہ چیز ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ہوئی۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ النَّوَوِیُّ اَلْبِدْعَۃُ کُلُّ شَیْءٍ عُمِلَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَبَقَ وَفِی الشَّرْعِ اِحْدَاثُ مَا لَمْ یَکُنْ فِیْ عَہْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(مرقاۃ جلد اول ص ۱۷۹)

امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایسی چیز جس کی مثال زمانۂ سابق میں نہ ہو (لغت میں) اس کو بدعت کہتے ہیں اور شرع میں بدعت یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ظاہری زمانہ میں نہ تھی۔

بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اور سیئہ بھی ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

آنچہ موافق اصول و قواعد سنت اوست و قیاس کردہ شدہ بر آں۔ آں را بدعت حسنہ گویند، و آنچہ مخالف آں باشد بدعت ضلالت گویند۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۲۵)

جو بدعت کہ حضور کی سنت کے اصول و قواعد کے مطابق ہے اور اسی پر قیاس کی گئی ہے اس کو بدعت حسنہ کہتے ہیں اور جو بدعت کہ سنت کے مخالف ہو اسے بدعت گمراہی کہتے ہیں۔

اور سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَیِّئَةً کَانَ عَلَیْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَیْءٌ ۔

(رواہ مسلم (مشکوٰۃ صـ ۳۳)

جو شخص اسلام میں کسی اچھے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس کو اپنے رائج کرنے کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہ ہوگی اور جو اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کرے گا تو اس شخص پر اس کے رائج کرنیکا بھی گناہ ہوگا اور ان لوگوں کے عمل کرنے کا بھی گناہ ہوگا جو اس کے بعد اس طریقہ پر عمل کرتے رہیں گے اور عمل کرنیوالوں کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

اس حدیث شریف سے بھی معلوم ہوا کہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے اور سیئہ بھی۔ بدعت حسنہ کا انکار کرنا اس حدیث شریف کا انکار کرنا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ الْعُلَمَاءُ هٰذِهٖ اَحَادِیْثُ مِنْ قَوَاعِدِ الْاِسْلَامِ وَهُوَ اَنَّ کُلَّ مَنِ ابْتَدَعَ شَیْئًا مِّنَ الشَّرِّ کَانَ عَلَیْهِ مِثْلُ وِزْرِ مَنِ اقْتَدٰی بِهٖ فِیْ ذٰلِكَ وَکُلَّ مَنِ ابْتَدَعَ شَیْئًا مِّنَ الْخَیْرِ

اور علماء نے فرمایا۔ یہ حدیثیں اسلام کے قانون ہیں کہ جو شخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے اس پر اس کام میں سارے پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص کہ اچھی بدعت نکالے اس کو قیامت تک کے سارے پیروی کرنے والوں کا

كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ كُلِّ مَنْ يَعْمَلُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ ثواب ہے ۔ (ردالمحتار جلد اول صہ ۴)

بدعت کی پانچ قسمیں

بدعت کی کل پانچ قسمیں ہیں ۔ بدعت واجبہ ، بدعت مستحبہ ، بدعت محرمہ ، بدعت مکروہہ ، اور بدعت مباحہ ۔

بدعت واجبہ وہ نئی چیز جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو جیسے قرآن وحدیث سمجھنے کے لیے علم نحو کا سیکھنا اور گمراہ فرقوں پر رد کے لیے دلائل قائم کرنا ۔

بدعتِ مستحبہ وہ نئی چیز جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان کار ثواب جانتے ہوں ۔ اس کا کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا ۔ جیسے مدرسوں کی تعمیر کرنا اور اذان کے بعد صلاۃ پکارنا ۔ درمختار باب الاذان میں ہے

اَلتَّسْلِيْمُ بَعْدَ الْاَذَانِ حَدَثَ فِیْ رَبِيْعِ الْاٰخِرِ سَنَةَ سَبْعِ مِائَةٍ وَّاِحْدٰى وَثَمَانِيْنَ وَهُوَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ ۔ ملخصًا ۔	اذان کے بعد اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پڑھنا ماہ ربیع الآخر ۷۸۱ھ میں جاری ہوا اور وہ بدعت حسنہ ہے ۔

بدعت محرمہ وہ نئی چیز جس سے دین کو نقصان پہونچے جیسے اہلسنت وجماعت کے خلاف نئے عقیدہ والوں کے مذاہب ۔

بدعت مکروہہ وہ نئی چیز جس سے کوئی سنت چھوٹ جائے ۔ جیسے

جمعہ اور عیدین کا خطبہ غیر عربی میں پڑھنا۔ اور خطبہ کی اذان مسجد کے اندر دینا۔

بدعتِ مباحہ وہ نئی چیز جس کے کرنے نہ کرنے پر ثواب و عذاب نہ ہو جیسے کھانے میں کشادگی اختیار کرنا اور ریل گاڑی وغیرہ میں سفر کرنا۔

بدعت کی مذکورہ بالا پانچ قسمیں ہیں۔ اس پر دلیل ملاحظہ ہو۔ حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ الشَّيْخُ عِزُّ الدِّيْنِ بْنُ عَبْدِ السَّلَامِ فِي اٰخِرِ كِتَابِ الْقَوَاعِدِ اَلْبِدْعَةُ اِمَّا وَاجِبَةٌ كَتَعَلُّمِ النَّحْوِ لِفَهْمِ كَلَامِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَكَتَدْوِيْنِ اُصُوْلِ الْفِقْهِ وَالْكَلَامِ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيْلِ وَاِمَّا مُحَرَّمَةٌ كَمَذْهَبِ الْجَبْرِيَّةِ وَالْقَدَرِيَّةِ وَالْمُرْجِئَةِ وَالْمُجَسِّمَةِ وَالرَّدُّ عَلٰى هٰؤُلَاءِ مِنَ الْبِدَعِ الْوَاجِبَةِ لِاَنَّ حِفْظَ الشَّرِيْعَةِ مِنْ هٰذِهِ الْبِدَعِ فَرْضُ كِفَايَةٍ وَاِمَّا مَنْدُوْبَةٌ كَاِحْدَاثِ الرُّبُطِ

حضرت شیخ عز الدین بن عبد السلام نے کتاب القواعد کے آخر میں فرمایا بدعت یا تو واجب ہے جیسے اللہ اور اس کے رسول کے کلام کو سمجھنے کے لیے علم نحو سیکھنا اور جیسے اصول فقہ اور اسماء الرجال کے فن کو مرتب کرنا۔ اور بدعت یا تو حرام ہے جیسے جبریہ، قدریہ، مرجئہ اور مجسمہ کا مذہب۔ اور ان مذہبوں کا رد کرنا بدعت واجبہ سے ہے اس لیے کہ ان کے عقائد باطلہ سے شریعت کی حفاظت فرض کفایہ ہے اور بدعت یا تو مستحب ہے جیسے مسافر خانوں اور مدرسوں کی تعمیر کرنا اور ہر وہ نیک کام جس کا رواج ابتدائی دور اسلام میں نہیں تھا۔

وَالْمَدَارِسِ وَكُلِّ إِحْسَانٍ لَمْ يُعْهَدْ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ وَكَالتَّرَاوِيحِ أَيْ بِالْجَمَاعَةِ الْعَامَّةِ وَالْكَلَامِ فِي دَقَائِقِ الصُّوفِيَّةِ - وَإِمَّا مَكْرُوهَةٌ كَزَخْرَفَةِ الْمَسَاجِدِ وَتَزْوِيقِ الْمَصَاحِفِ يَعْنِي عِنْدَ الشَّافِعِيَّةِ وَأَمَّا عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ فَمُبَاحٌ - وَإِمَّا مُبَاحَةٌ كَالْمُصَافَحَةِ عَقِيبَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ وَالتَّوَسُّعِ فِي لَذَائِذِ الْمَآكِلِ وَالْمَشَارِبِ وَالْمَسَاكِنِ وَتَوْسِيعِ الْأَكْمَامِ -

اور جماعت کے ساتھ تراویح اور صوفیائے کرام کے دقیق اور باریک مسائل میں گفتگو۔ اور بدعت یا تو مکروہ ہے جیسے شافعیہ کے نزدیک قرآن مجید کی تزئین اور مساجد کا نقش و نگار۔ اور یہ حنفیہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔

اور بدعت یا تو مباح ہے جیسے صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا اور لذیذ کھانے پینے اور رہنے کی جگہوں میں کشادگی اختیار کرنا اور کرتے کی آستینوں کو لمبی رکھنا۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۷۹)

اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں۔

بعض بدعتہا است کہ واجب است چنانچہ تعلم و تعلیم صرف و نحو کہ بداں معرفت آیات و احادیث حاصل گردد و حفظ غرائب کتاب و سنت و دیگر چیزہا کہ حفظ دین و ملت برآں موقوف بود بعض مستحسن و مستحب مثل بنائے

بعض بدعتیں واجب ہیں جیسے کہ علم نحو و صرف کا سیکھنا اور سکھانا کہ اس سے آیات و احادیث کریمہ کے مفہوم و مطالب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور قرآن و سنت کے غرائب کا محفوظ کرنا اور دوسری چیزیں کہ دین و ملت کی حفاظت ان پر موقوف ہے۔

رباطہا و مدرسہا و بعض مکروہ مانند نقش و نگار کردن مساجد و مصاحف بقول بعض و بعض مباح مثل فراخی در طعام ہائے لذیذہ و لباسہائے فاخرہ بشرطیکہ حلال باشند و باعث طغیان و تکبر و مفاخرت نہ شوند و مباحات دیگر کہ در زمان آں حضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبودند چنانکہ غربال و مانند آں۔ و بعض حرام چنانکہ مذہب اہل بدع و اہوا بر خلاف سنت و جماعت و آنچہ خلفائے راشدین کردہ باشند اگرچہ بآں معنیٰ کہ در زمان آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبودہ بدعت است ولیکن قسم بدعت حسنہ خواہد بود بلکہ در حقیقت سنت است۔

(اشعۃ اللمعات جلد اول صـ ۱۲۵)

اور بعض بدعتیں مستحسن و مستحب ہیں جیسے سرائے اور مدرسوں کی تعمیر۔ اور بعض بدعتیں مکروہ ہیں جیسے کہ بعض کے قول پر قرآن مجید اور مسجدوں میں نقش و نگار کرنا اور بعض بدعتیں مباح ہیں جیسے کہ عمدہ کپڑوں اور اچھے کھانوں میں کشادگی اختیار کرنا بالشرطیکہ حلال ہوں اور غرور و نخوت کا باعث نہ ہوں۔ اور دوسری مباح چیزیں جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ظاہری زمانہ میں نہ تھیں۔ جیسے چھلنی وغیرہ۔ اور بعض بدعتیں حرام ہیں جیسے کہ اہل سنت و جماعت کے خلاف نئے عقیدوں اور نفسانی خواہشات والوں کے مذاہب۔ اور جو بات خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کی ہے اگرچہ اس معنیٰ کر کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ کے اقسام میں سے ہے بلکہ حقیقت میں سنت ہے۔

اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

قَدْ تَكُوْنُ (اَلْبِدْعَةُ) وَاجِبَةً

بدعت کبھی واجب ہوتی ہے جیسے گمراہ فرقوں

كَنَصْبِ الْاَدِلَّةِ لِلرَّدِّ عَلٰى اَهْلِ الْفِرَقِ الضَّالَّةِ وَتَعَلُّمِ النَّحْوِ الْمُفْهِمِ لِلْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ وَمَنْدُوْبَةٌ كَاِحْدَاثِ نَحْوِ رِبَاطٍ وَمَدْرَسَةٍ وَكُلِّ اِحْسَانٍ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّدْرِ الْاَوَّلِ۔ وَمَكْرُوْهَةٌ كَزَخْرَفَةِ الْمَسَاجِدِ وَمُبَاحَةٌ كَالتَّوَسُّعِ بِلَذِيْذِ الْمَاٰكِلِ وَالْمَشَارِبِ وَالثِّيَابِ كَمَا فِي شَرْحِ الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ لِلْمُنَاوِيِّ عَنْ تَهْذِيْبِ النَّوَوِيِّ وَمِثْلُهُ فِي الطَّرِيْقَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ لِلْبِرْكِلِيِّ۔ (رد المحتار جلد اول صـ ٣٧٦)

پر رد کے لیے دلائل قائم کرنا اور علم نحو کا سیکھنا جو قرآن وحدیث سمجھنے میں معاون ہوتا ہے اور بدعت کبھی مستحب ہوتی ہے جیسے مدرسوں اور مسافر خانوں کو تعمیر کرنا اور ہر وہ نیک کام کرنا جو ابتدائی دور اسلام میں نہیں تھا۔ اور بدعت کبھی مکروہ ہوتی ہے جیسے (بعض کے نزدیک) مسجدوں کو آراستہ مزین کرنا۔ اور بدعت کبھی مباح ہوتی ہے جیسے لذیذ کھانے اور پینے اور کپڑے میں کشادگی کو اختیار کرنا۔ جیسا کہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں تہذیب النووی سے منقول ہے اور اسی کے مثل برکلی کی کتاب طریقہ محمدیہ میں ہے۔

ان عبارات سے اچھی طرح واضح ہوگیا کہ ہر بدعت حرام نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں مستحب اور واجب بھی ہوتی ہیں۔

رہی یہ بات کہ حدیث شریف میں كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ آیا ہے یعنی ہر بدعت گمراہی ہے تو اس کے بارے میں حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری تحریر فرماتے ہیں۔

قَوْلُهٗ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ عَامٌّ

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا قول كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

مَخْصُوْصٌ (مرقاۃ جلد اول صـ ۱۷۹) | عام مخصوص ہے یعنی بدعت سے مراد بدعت سیئہ ہے۔

اسی طرح حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی تحریر فرمایا ہے دیکھئے اشعۃ اللمعات جلد اول صـ ۱۲۵۔

بدعتوں کا رواج

اب بدعت حسنہ اور مباحہ جو عام طور پر مسلمانوں میں رائج ہیں اُن کی تھوڑی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مسلمان بچوں کو ایمانِ مجمل اور ایمانِ مفصل یاد کرایا جاتا ہے۔ ایمان کی یہ دو قسمیں اور ان کے یہ دونوں نام بدعت ہیں۔

(۲) کلموں کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان کے نام سب بدعت ہیں۔

(۳) قرآن شریف کا تیس ۳۰ پارہ بنانا۔ ان میں رکوع قائم کرنا۔ اس پر اعراب یعنی زبر، زیر وغیرہ لگانا اور آیتوں کا نمبر لگانا سب بدعت ہیں۔

(۴) حدیث کو کتابی شکل میں جمع کرنا، حدیث کی قسمیں بنانا کہ یہ صحیح ہے، یہ حسن ہے، یہ ضعیف ہے وغیرہ وغیرہ اور پھر ان کے احکام مقرر کرنا سب بدعت ہیں۔

(۵) اصول حدیث اور اصول فقہ کے سارے قاعدے قانون بدعت ہیں۔

(۶) فقہ اور علم کلام جن پر آج کل دین کا دارومدار ہے یہ بھی از اول تا آخر بدعت ہیں۔

(۷) نماز میں زبان سے نیت کرنا بدعت اور رمضان شریف میں بیس ۲۰ رکعت تراویح پر ہمیشگی کرنا بدعت ہے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے فرمایا نِعْمَتِ الْبِدْعَۃُ ھٰذِہٖ یعنی یہ بہترین بدعت ہے ۔

(۸) روزہ کی نیت اس طرح زبان سے کہنا نَوَیْتُ اَنْ اَصُوْمَ غَدًا لِلّٰہِ تَعَالٰی مِنْ فَرْضِ رَمَضَانَ ۔ اور افطار کے وقت اس طرح زبان سے کہنا اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ ۔ دونوں بدعت ہیں ۔

(۹) زکوۃ میں موجودہ سکہ ادا کرنا ۔ اور روپیہ پیسہ سے فطرہ نکالنا ۔ سب بدعت ہیں ۔

(۱۰) جہازوں، موٹروں اور لاریوں کے ذریعہ حج کرنا اور موٹروں میں عرفات شریف جانا سب بدعت ہیں ۔

(۱۱) شریعت کے چار طریقے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ۔ اسی طرح طریقت کے چار سلسلے قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی سب بدعت ہیں ۔ اور ان کے وظیفے، مراقبے، چلے وغیرہ بھی بدعت ہیں ۔ جن کو سب لوگ دین کا کام سمجھ کر کرتے ہیں ۔

(۱۲) ہوائی جہاز، ریل، موٹر، ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور لاؤڈ اسپیکر وغیرہ سب بدعت ہیں ۔ ان ایجادات کو بدعت نہ ماننا جہالت و ناواقفی ہے کہ شیخ محقق نے چھلنی کو بدعت فرمایا ہے جیسا کہ اشعۃ اللمعات کے حوالہ سے اوپر مذکور ہوا ۔

اب دیوبندی بتائیں کہ ان تمام بدعتوں کی مخالفت وہ کیوں نہیں کرتے اور میلاد و فاتحہ وغیرہ نے ان کا کیا بگاڑا ہے کہ جن کی یہ مخالفت کرتے ہیں ۔

انتباہ ۔ بعض دیوبندی لِلدِّین اور فِی الدِّین کا فرق کرتے ہیں یعنی کہتے ہیں کہ دین کے لیے بدعت جائز ہے مگر دین میں بدعت ایجاد کرنا جائز نہیں۔ لیکن یہ اُن کا کھلا ہوا فریب ہے مسلم شریف کی حدیث مَنۡ سَنَّ فِی الۡاِسۡلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً جو اوپر مذکور ہوئی اس میں واضح طور پر حضور نے فرمایا کہ دین اسلام میں بدعت حسنہ ایجاد کرنے والا جب تک اس پر عمل ہوگا ثواب پاتا رہے گا۔

صلاۃ وسلام

صلاۃ وسلام کھڑے ہو کر پڑھنا، میلاد شریف کے خاتمہ پر پڑھنا اور نماز کے بعد پڑھنا سب جائز ہے دلیل ملاحظہ ہو۔

خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید پارہ ۲۲ رکوع ۴ میں فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَيۡهِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ط

اے ایمان والو! ان پر درود بھیجو۔ اور سلام پڑھو جیسا کہ سلام پڑھنے کا حق ہے

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

رَغِمَ اَنۡفُ رَجُلٍ ذُكِرۡتُ عِنۡدَهٗ فَلَمۡ يُصَلِّ عَلَيَّ ۔ (رواہ الترمذی)

اس شخص کی ناک خاک آلود ہو کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (ترمذی، مشکوۃ ص۸۶)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ

والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ ۔ رواہ الترمذی

اصل میں بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ ص۸۶)

آیت مبارکہ اور احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر درود وسلام بھیجنا ضروری ہے اور حضور ﷺ کے ذکر کے وقت درود شریف نہ پڑھنا سخت محرومی و بخالت ہے اور حضور کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اسی لیے محدثین کرام و فقہائے عظام نے فرمایا کہ عمر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے اور ہر جلسۂ ذکر میں درود شریف پڑھنا واجب ہے خواہ خود نام اقدس لے یا دوسرے سے سنے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

وے سبحانہ امر کردہ است مومناں را بفرستادن صلاۃ وسلام بر وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجماع کردہ اند بر آں کہ ایں امر برائے وجوب ست۔ پس بعض گفتہ اند واجب ست ہر بار کہ ذکر شریف وے بگذرد۔ و بعض گویند کہ فرض ست یکبار در عمر چنانکہ شہادت بہ نبوت وے صلی اللہ

خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور اس بات پر اجماع ہے کہ یہ حکم وجوب کے لیے ہے۔ تو بعض لوگوں نے کہا کہ جب بھی حضور کا ذکر شریف ہو صلاۃ وسلام واجب ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمر میں ایک بار فرض ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دینا

تعالیٰ علیہ وسلم وزیادہ برآں مستحب ومسنون واز اوکد سنن اسلام وشعار آں۔

اور اس سے زیادہ مستحب ومسنون ہے اور اسلام وشعار اسلام کے سنن میں سب سے زیادہ موکد۔

قاضی ابوبکر گفت فرض گردانید حق جل وعلا بر مومناں کہ صلاۃ وسلام فرستند بر پیغمبر وے ونگردانید مرآں را وقتے معین پس واجب است کہ بسیار گفتہ شود صلاۃ وغفلت ورزیدہ نشود دراں۔ (اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۴۰۴)

قاضی ابوبکر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ خدائے تعالے نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہ میں صلاۃ وسلام پڑھنے کو مسلمانوں پر فرض کیا اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں فرمایا لہذا واجب ہے کہ صلاۃ وسلام بہت پڑھا جائے اور اس سے غفلت نہ برتی جائے۔

اور درمختار میں ہے

ھِیَ فَرْضٌ مَرَّۃً وَاحِدَۃً اِتِّفَاقًا فِی الْعُمْرِ وَاخْتُلِفَ فِیْ وُجُوْبِھَا کُلَّمَا ذُکِرَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُخْتَارُ تَکْرَارُہٗ کُلَّمَا ذُکِرَ۔ ملخصًا۔

اس بات پر اتفاق ہے کہ عمر میں ایک مرتبہ درود وسلام پڑھنا فرض ہے اور ہر بار ذکر رسول کے وقت درود وسلام واجب ہونے میں اختلاف ہے۔ اور مختار یہ ہے کہ ہر بار ذکر رسول کے وقت واجب ہے۔

ان عبارتوں سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ جب بھی سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ہو صلاۃ وسلام پڑھنا واجب ہے یعنی نہ پڑھنا گناہ ہے۔

رہا یہ سوال کہ جب کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم نہیں ہے تو پھر کھڑے ہو کر کیوں پڑھا جاتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کھڑے ہو کر پڑھنے

کا حکم نہیں ہے تو بیٹھ کر بھی پڑھنے کا حکم نہیں ہے تو چاہیئے کہ بیٹھ کے بھی نہ پڑھا جائے۔ تو پھر کیسے پڑھا جائے؟ آخر ماننا پڑے گا کہ خدائے تعالیٰ کا حکم مطلق ہے یعنی صلاۃ وسلام پڑھنے کے لیے کوئی ہیئت مقرر نہیں ہے۔ اسی لیے اہلسنت وجماعت محفل میلاد شریف میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور میلاد شریف کے خاتمہ پر کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں تاکہ دونوں طرح سعادت حاصل ہو جائے۔ اس لیے کہ جب حکم مطلق ہے تو اختیار ہے جس طرح چاہیں پڑھیں۔

علاوہ ازیں آیت کریمہ میں حکم ہے سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا سلام پڑھو جیسا کہ سلام پڑھنے کا حق ہے۔ یعنی ادب و احترام کے ساتھ پڑھو۔ اور ہمارے عرف میں کھڑے ہو کر تعظیم ہے مگر ہر بار کھڑا ہونا چونکہ دشوار ہے اس لیے صرف ذکر ولادت کے وقت سلام پڑھنے کو کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اس میں سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ اور تعظیم کا یہ طریقہ عرب و عجم میں ہر جگہ معمول و رائج ہے جسے فقہاء کرام نے مستحب و مستحسن فرمایا ہے۔

عالم کامل حضرت عثمان بن حسن دمیاطی علیہ الرحمہ اپنی کتاب اثبات قیام میں فرماتے ہیں۔

اَلْقِیَامُ عِنْدَ ذِکْرِ وِلَادَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَمْرٌ لَا شَكَّ فِیْ اِسْتِحْبَابِهٖ وَاِسْتِحْسَانِهٖ وَنَدْبِهٖ یَحْصُلُ لِفَاعِلِهٖ مِنَ الثَّوَابِ الْاَوْفَرِ

ذکر ولادت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقت قیام کرنا بیشک مستحب و مستحسن ہے جس کے کرنے والے کو ثواب کبیر و فضل کثیر حاصل ہوگا کہ وہ تعظیم ہے۔ یعنی اس نبی کریم صاحب خلق عظیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم

وَالْخَيْرُ الْاَكْبَرُ لِاَنَّهٗ تَعْظِيْمٌ اَیْ
تَعْظِيْمٌ لِلنَّبِیِّ الْكَرِيْمِ ذِی الْخُلُقِ
الْعَظِيْمِ الَّذِیْ اَخْرَجَنَا اللّٰهُ بِهٖ
مِنْ ظُلُمَاتِ الْكُفْرِ اِلَی الْاِيْمَانِ
وَخَلَّصَنَا اللّٰهُ بِهٖ مِنْ نَّارِ الْجَهْلِ
اِلٰی جَنَّاتِ الْمَعَارِفِ وَالْاِيْقَانِ
فَتَعْظِيْمُهٗ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِيْهِ مُسَارَعَةٌ اِلٰی
رِضَاءِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَاِظْهَارُ
اَقْوٰی شَعَائِرِ الدِّيْنِ ۔ وَمَنْ
يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ
تَقْوَی الْقُلُوْبِ ۔ وَمَنْ يُّعَظِّمْ
حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ
رَبِّهٖ ۔

ہے کہ جن کی برکت سے خدائے تعالیٰ ہمیں کفر کی تاریکیوں سے نور ایمان کی طرف لایا اور ان کے سبب ہمیں جہالت کے دوزخ سے بچا کر معرفت و یقین کی جنتوں میں داخل فرمایا۔ تو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کرنا رب العلمین کی خوشنودی کی طرف دوڑنا ہے اور قوی ترین شعار دین کا اظہار کرنا ہے (خدائے تعالیٰ نے فرمایا) اور جو اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (پارہ ۱۷ ر رکوع ۱۱) اور خدائے تعالیٰ نے فرمایا) اور جو اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کے لیے اس کے رب کے یہاں بہتر ہے (پارہ ۱۷ رکوع ۱۱)

اور زین الحرم حضرت سید احمد زینی دحلان مکی علیہ الرحمۃ والرضوان الدرر السنیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَالْقِيَامُ عِنْدَ ذِكْرِ وِلَادَتِهٖ صَلَّی
اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِطْعَامُ
الطَّعَامِ وَغَيْرُ ذٰلِكَ مِمَّا يُعْتَادُ

ولادت اقدس کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا اور محفل میلاد کے حاضرین کو کھانا وغیرہ دینا اور ان کے سوا دوسری نیکی کی باتیں جو

النَّاسُ يَفْعَلُهُ مِنْ اَنْوَاعِ الْبِرِّ فَاِنَّ ذَالِكَ كُلَّهُ مِنْ تَعْظِيْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

مسلمانوں میں رائج ہیں تو وہ سب حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم سے ہیں۔

اور جو بہت سے مقامات پر بعد نماز صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں وہ بھی بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز سے فارغ ہو کر درود اور سلام پڑھا۔ تو حضور نے فرمایا سَلْ تُعْطَهْ سَلْ تُعْطَهْ یعنی دعا کر قبول کی جائے گی۔ دعا کر قبول کی جائے گی۔ (ترمذی، مشکوٰۃ ص۸۶)

اور وقت کی تخصیص میں کوئی حرج نہیں۔ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم ص۳۲ میں ہے

عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ ۔ متفق علیہ

حضرت شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے (بخاری مسلم)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

لَعَلَّ وَجْهَ التَّخْصِيْصِ لِيَتَّصِلَ بَرَكَتُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْجُمُعَةِ (مرقاۃ ج۱ ص۲۲۵)

غالبًا جمعرات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس کی برکت جمعہ کے دن تک پہونچے۔

تو غالبًا بعد نماز صلوٰۃ وسلام کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کے بعد کاروبار کے لیے نکلے تو صلاۃ وسلام کی برکت اس کے ساتھ رہے۔ مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی ص۸۶ میں ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لِيْ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ

کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا۔ کیا میں آپ کو اس بات کی بشارت نہ دوں کہ اللہ

يَقُوْلُ لَكَ مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَاةً صَلَّيْتُ عَلَيْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ ۔ (رواہ احمد)

عزوجل فرماتا ہے کہ جو شخص آپ پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت بھیجوں گا اور جو شخص آپ پر سلام پڑھے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا۔ (احمد)

علاوہ ازیں جب کسی کام کے لیے کوئی وقت مقرر ہوتا ہے تو اس وقت خاص میں وہ ادا ہوتا رہتا ہے ورنہ آدمی بھول جاتا ہے اسی لیے لوگ اپنے کاموں کے لیے وقت مقرر کرتے ہیں۔ اگر وقت مقرر کرنے کی وجہ سے صلاۃ وسلام ناجائز ہو جائے تو اس قانون کی رو سے ہر وہ کام جو وقت مقررہ پر کیا جاتا ہے سب کو ناجائز ہونا چاہیئے۔

مخالفین کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی لکھتے ہیں

> یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت معمول ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور ہو رہتا ہے اور نہیں تو سالہا سال گذر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ اس قسم کے مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۸)

ان تمام دلائل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا اور محفل میلاد کے آخر میں یا نماز کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز و مستحسن اور باعث برکت ہے۔ ان کو شرک و کفر کہنا گمراہی و بدمذہبی ہے۔

مخالفین کے پیر حاجی امداد اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۹)

عجیب بات ہے کہ پیر ومرشد تو مولود شریف کو ذریعۂ برکات سمجھ کر ہر سال کرتے ہیں اور قیام میں لطف ولذت پاتے ہیں۔ مگر مریدین ومعتقدین ان باتوں کو شرک وکفر کہتے ہیں تو نہ معلوم پیر صاحب پر وہ کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

انگوٹھا چمنا

اذان میں حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا اور آنکھوں سے لگانا مستحب ہے حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رد المحتار جلد اول ص۲۶۷ میں تحریر فرماتے ہیں۔

يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰى عَنِ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّتْ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَيِ الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ قَاعِدًا

مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنے تو صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کہے اور جب دوسری بار سنے تو قُرَّتْ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور پھر کہے اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ ۔ اور یہ کہنا انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھنے کے بعد ہو۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی رکاب اقدس

لَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعِبَادِ اھ قُهُسْتَانِيْ وَنَحْوُهٗ فِي الْفَتَاوَى الصُّوْفِيَّةِ

میں اسے جنت میں لے جائیں گے۔ الیساہی کنز العباد میں ہے۔ یہ مضمون جامع الرموز علامہ قہستانی کا ہے اور اسی کے مثل فتاوی صوفیہ میں ہے۔

اور سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علامہ شامی کے مثل لکھنے کے بعد فرمایا۔

وَذَكَرَ الدَّيْلَمِيُّ فِي الْفِرْدَوْسِ مِنْ حَدِيْثِ اَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَرْفُوْعًا مَنْ مَسَحَ الْعَيْنَ بِبَاطِنِ اَنْمُلَةِ السَّبَّابَتَيْنِ بَعْدَ تَقْبِيْلِهِمَا عِنْدَ قَوْلِ الْمُؤَذِّنِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَقَالَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ اھ كَذَا رُوِيَ عَنِ الْخِضْرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَبِمِثْلِهٖ

دیلمی نے کتاب الفردوس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع کو ذکر فرمایا۔ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو موذن کے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے وقت شہادت کی انگلیوں کے پیٹ کو چومنے کے بعد آنکھوں پر پھیرے اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا کہے تو اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو گئی اور ایسے ہی حضرت خضر علیہ السلام سے روایت کیا گیا ہے۔ اور اس قسم

يُعْمَلُ فِي الْفَضَائِلِ اھ

کی حدیثوں پر فضائل میں عمل کیا جاتا ہے۔

(طحطاوی علی المراقی مطبوعہ قسطنطنیہ ص۱۱۱)

حضرت ملا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔

اِذَا ثَبَتَ رَفْعُهٗ اِلَى الصِّدِّيْقِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فَيَكْفِیْ لِلْعَمَلِ بِهٖ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ۔

جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لیے کافی ہے اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم ہے۔

علمائے شافعی اور علمائے مالکی نے بھی انگوٹھا چومنے کو جائز ٹھہرایا ہے اور اس کا فائدہ بھی بیان کیا ہے۔ مذہب شافعی کی مشہور کتاب "اعانۃ الطالبین" اور مذہب مالکی کی مشہور کتاب "کفایۃ الطالب الربانی" میں ہے۔

ثُمَّ يُقَبِّلُ اِبْهَامَيْهِ وَيَجْعَلُهُمَا عَلٰی عَيْنَيْهِ لَمْ يَعْمَ وَلَمْ يَرْمَدْ اَبَدًا۔

پھر اپنے انگوٹھوں کو چومے اور آنکھوں سے لگائے تو کبھی اندھا نہ ہوگا اور نہ کبھی آنکھیں دکھیں گی۔

بزرگوں نے انگوٹھا چومنے کے حسب ذیل فائدے بیان فرمائے ہیں۔

(۱) اس کے عامل کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو گی۔

(۲) انگوٹھا چومنے والے کو حضور علیہ الصلاۃ والسلام اپنے پیچھے جنت میں داخل فرمائیں گے

(۳) یہ عمل کرنیوالا آنکھ دکھنے سے محفوظ رہے گا اور انشاء اللہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

(۴) آنکھ میں کسی قسم کی تکلیف ہو تو انگوٹھا چومنے کا عمل بہترین علاج ہے۔

انتباہ احادیث کریمہ میں تکبیر کو بھی اذان کہا گیا ہے لہذا تکبیر میں بھی انگوٹھا چومنا نفع بخش و باعث برکت ہے اور اذان و تکبیر کے علاوہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھا چومنا جائز و مستحسن ہے کہ اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم بھی ہے۔ اور حضور کی تعظیم جس طرح بھی کی جائے باعث ثواب ہے۔

اولیائے کرام کی نذر

نذر کی دو قسمیں ہیں فقہی اور عرفی۔ نذر فقہی کے معنی ہیں غیر ضروری عبادت کو اپنے لیے ضروری کر لینا۔ اور نذر عرفی کے معنی ہیں نذرانہ، ہدیہ اور نیاز۔ نذر فقہی:۔ خدائے تعالیٰ کے سوا کسی کی ماننا جائز نہیں۔ اور نذر عرفی:۔ جو بزرگان دین کے لیے ان کی حیات ظاہری یا حیات باطنی میں پیش کی جاتی ہیں جائز ہیں۔ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب "رسالہ نذور" میں تحریر فرماتے ہیں۔

نذریکہ اینجا مستعمل می شود نہ بر معنئے	لفظ نذر جو کہ یہاں مستعمل ہوتا
شرعی ست - چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش	ہے - شرعی معنی پر نہیں ہے اس لیے کہ عرف میں
بزرگاں می برند نذر و نیاز می گویند	جو کچھ بزرگوں کے یہاں لے جاتے ہیں نذر و نیاز کہتے ہیں۔

حضرت علامہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ حدیقہ ندیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ زِيَارَةُ الْقُبُوْرِ	اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت کرنا

وَالتَّبَرُّكُ بِضَرَائِحِ الْاَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَالنَّذْرُ لَهُمْ بِتَعْلِيْقِ ذٰلِكَ عَلٰى حُصُوْلِ شِفَاءٍ اَوْ قُدُوْمِ غَائِبٍ فَاِنَّهٗ مَجَازٌ عَنِ الصَّدَقَةِ عَلَى الْخَادِمِيْنَ لِقُبُوْرِهِمْ ۔

اور اولیائے کرام و بزرگان دین کی مزارات سے برکت حاصل کرنا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے گزشتہ کے لیے نذر ماننا کہ وہ ان کی قبروں کی خدمت کرنے والوں پر صدقہ کرنے سے مجاز ہے ۔

امام اجل حضرت ابو الحسن نور الملۃ والدین علی بن یوسف شطنوفی قدس سرہ العزیز جن کو شمس الدین ذہبی نے طبقات القراء میں اور امام جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں الامام الاوحد یعنی بے نظیر امام کہا ہے وہ اپنی کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں محدثانہ اسانید صحیحہ معتبرہ سے روایت کرتے ہیں ۔

اَخْبَرَنَا اَبُو الْعَفَافِ مُوْسٰى بْنُ عُثْمَانَ بِالْقَاهِرَةِ سَنَةَ ٦٦٣ھ قَالَ اَخْبَرَنَا الشَّيْخَانِ اَبُوْ عَمْرٍو ٦ عُثْمَانُ الصَّرِيْفِيْنِيُّ وَاَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْحَقِّ الْحَرِيْمِيُّ بِبَغْدَادَ سَنَةَ ٥٥٩ھ قَالَ كُنَّا بَيْنَ يَدَيِ الشَّيْخِ مُحْيِ الدِّيْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ بِمَدْرَسَةِ

٦ اَخْبَرَنَا وَالِدِیْ بِدِمَشْقَ سَنَةَ ٦٢٤ھ قَالَ

ابو العفاف موسیٰ بن عثمان نے سنہ ٦٦٣ھ میں ہم سے شہر قاہرہ میں حدیث بیان کی کہ میرے والد ماجد ابو المعالی عثمان نے ہمیں سنہ ٦٢٤ھ میں شہر دمشق میں خبر دی کہ ہمیں دو بزرگ حضرت ابو عمرو عثمان صریفینی اور حضرت ابو محمد عبد الحق حریمی نے سنہ ٥٥٩ھ میں بغداد شریف میں خبر دی کہ ہم ٣ صفر روز یکشنبہ سنہ ٥٥٥ھ میں حضرت سیدنا

يَوْمَ الْأَحَدِ ثَالِثَ صَفَرَ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار
سَنَۃ ۵۵۵ھ ۔ میں حاضر تھے ۔

حضرت نے وضو کرکے کھڑاؤں پہنی اور دو رکعت نماز پڑھی سلام کے بعد ایک عظیم نعرہ مارا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی۔ پھر دوسرا نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں پھینکی ۔ وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہو گئیں۔ پھر حضرت نے تشریف رکھی مگر ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ۲۳ دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ حاضر بارگاہ ہوا اور کہا اِنَّ مَعَنَا لِلشَّيْخِ نَذْرًا یعنی ہمارے پاس حضرت کی ایک نذر ہے فَاسْتَأْذَنَّاهُ فَقَالَ خُذُوْهُ مِنْهُمْ یعنی ہم نے حضرت سے اس نذر کے لینے میں اجازت طلب کی حضرت نے فرمایا لے لو ۔ انھوں نے ایک من ریشم، خز کے تھان، سونا اور حضرت کی کھڑاؤں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھی پیش کی ۔ ہم نے ان سے پوچھا یہ کھڑاؤں تمھارے پاس کہاں سے آئی ؟ انھوں نے کہا ہم ۳ صفر یکشنبہ کو سفر میں تھے کہ بہت سے ڈاکو دو سرداروں کے ساتھ ہم پر ٹوٹ پڑے ۔ ہمارے مال لوٹ لیے اور کچھ آدمیوں کو قتل کر دیے پھر ایک نالے میں مال تقسیم کرنے کے لیے اُترے ۔ نالے کے کنارے ہم تھے فَقُلْنَا لَوْ ذَكَرْنَا الشَّيْخَ عَبْدَ الْقَادِرِ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ وَنَذَرْنَا لَهٗ شَيْئًا مِّنْ اَمْوَالِنَا اِنْ سَلِمْنَا یعنی ہم نے کہا کہ بہتر ہو کہ اس وقت ہم حضرت غوث اعظم کو یاد کریں اور نجات پانے پر کچھ مال حضرت کے لیے نذر مانیں ۔ ہم نے حضرت کو یاد ہی کیا تھا کہ دو عظیم نعرے سنے گئے جن سے جنگل گونج اٹھا اور ہم نے ڈاکوؤں کو دیکھا کہ ان پر خوف چھا گیا ۔ ہم سمجھے کہ ان پر کوئی اور ڈاکو آ پڑے ۔ وہ بھاگ کر ہمارے پاس

آئے اور بولے اپنا مال لے لو اور دیکھو ہم پر کیسی مصیبت آپڑی۔ ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لے گئے۔ ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس ایک کھڑاؤں پانی سے بھیگی ہوئی رکھی ہے۔ ڈاکوؤں نے ہمارے سب مال ہمیں واپس کر دئے اور کہا اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے۔

اور بہجۃ الاسرار شریف میں ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْفُتُوْحِ نَصْرُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ الْأَزَجِیُّ قَالَ أَخْبَرَنَا الشَّیْخُ أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ إِسْمٰعِیْلَ قَالَ أَخْبَرَنَا الشَّیْخُ أَبُو مُحَمَّدٍ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ حُسَیْنِ بْنِ أَبِی الْفَضْلِ قَالَ شَیْخُنَا الشَّیْخُ مُحْیُ الدِّیْنِ عَبْدُ الْقَادِرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ یَقْبَلُ النُّذُوْرَ وَیَأْکُلُ مِنْھَا۔

حدیث بیان کی ہم سے ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف ازجی نے انھوں نے کہا ہمیں شیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل نے خبر دی۔ انھوں نے کہا ہمیں شیخ ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن ابو الفضل نے خبر دی کہ ہمارے شیخ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نذریں قبول فرماتے اور بذات خود اس میں سے تناول فرماتے۔

دیکھئے اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سادات کرام میں سے ہیں اس میں سے ہرگز تناول نہ فرماتے کہ سیدوں کے لیے نذر فقہی میں سے کھانا جائز نہیں اس لیے کہ اسے وہی کھا سکتا ہے جو زکاۃ لے سکتا ہے۔

اور عارف باللہ حضرت عبد الوہاب شعرانی قدس سرہٗ "طبقات کبریٰ" میں حضرت ابو المواہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَكَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَقُوْلُ
رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَقَالَ اِذَا كَانَ لَكَ حَاجَةٌ وَ
اَرَدْتَ قَضَاءَهَا فَانْذُرْ لِنَفِيْسَةَ
الطَّاهِرَةِ وَلَوْ فَلْسًا فَاِنَّ
حَاجَتَكَ تُقْضٰى ۔

حضرت ابو المواہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سرکار اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا جب
تمھیں کوئی حاجت پیش آئے اور چاہو کہ وہ
پوری ہو جائے تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لیے
کچھ نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمھاری
حاجت پوری ہوگی ۔

ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کی نذر، نذر فقہی نہیں ہے بلکہ نذر عرفی ہے اسے سادات کرام اور امیر و غریب سب لوگ لے سکتے ہیں اور کھا سکتے ہیں ۔ وہابیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی کے دادا اور دادا استاد اور پردادا پیر یعنی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے والد ماجد شاہ عبد الرحیم صاحب کے حال میں لکھتے ہیں کہ وہ قصبہ ڈاسنہ حضرت مخدوم اللہ دیا قدس سرہٗ کے مزار پر حاضر ہوئے رات کا وقت تھا والد گرامی نے فرمایا کہ حضرت مخدوم ہماری دعوت کر رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کچھ کھا کے جانا ۔ تھوڑی دیر ٹھہر گئے جب لوگوں کی آمد و رفت بند ہو گئی تو ایک عورت تھالی میں چاول اور شیرینی لیے حاضر ہوئی اور کہا کہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا شوہر آجائے گا تو میں اسی وقت یہ کھانا پکا کر حضرت مخدوم اللہ دیا کی درگاہ میں حاضرین کے لیے پہونچاؤں گی ۔ تو میرا شوہر اس وقت آگیا تو میں نذر پوری کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں ۔ شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں ۔

> حضرتِ ایشاں در قصبۂ ڈاسنہ بزیارت مخدوم اللہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت ما می کنند و می گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تا آنکہ اثر مردم منقطع شد و ملال بر یاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبقی برنج و شیرینی بر سر و گفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ بہ نشینندگان درگاہ مخدوم اللہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم ۔ (انفاس العارفین)

اور شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے والد شاہ عبدالرحیم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ فرہاد بیگ نے کسی مشکل کے وقت میری نذر مانی مگر وہ بھول گئے نذر پوری نہ کی تو ان کا گھوڑا بیمار ہو گیا یہاں تک کہ مرنے کے قریب پہونچ گیا اب مجھے معلوم ہوا کہ فرہاد بیگ پر یہ مصیبت میری نذر پوری نہ کرنے کے سبب ہے میں نے کہلا بھیجا کہ گھوڑا اچھا ناچاہتے ہو تو ہماری نذر پوری کرو۔ فرہاد بیگ نے نذر پوری کی تو گھوڑا فوراً اچھا ہو گیا۔ شاہ صاحب کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

> حضرت ایشاں می فرمودند کہ فرہاد بیگ را مشکلے افتاد نذر کرد کہ بارخدایا اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ بحضرت ایشاں ہدیہ دہم۔ آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر او برفت۔ بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک بہلاک رسید۔ بر سبب ایں مشرف شدم بدست یکے از خادماں گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری اسپ بسبب عدم وفائے نذر ست۔ اگر اسپ خود را می خواہی نذر را کہ فلاں محل التزام نمودہ بفرست۔ وے نادم شد و آں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت (انفاس العارفین)

مذکورہ بالا بزرگوں کے اقوال و احوال سے خوب اچھی طرح واضح ہوگیا کہ نذر عرفی جو بزرگوں کے لیے مانی جاتی ہے بلاشبہ جائز ہے۔ اسے ناجائز اور شرک کہنا بزرگوں کو مشرک اور گنہگار ٹھہرانا ہے۔ البتہ جاہلوں میں بعض غلط منتیں جو رائج ہیں ان سے بچنا ضروری ہے۔

سیدی و مرشدی صدر الشریعۃ حضرت مولانا حکیم ابو العلا محمد آمجد علی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

> علم اور تعزیہ بنانے اور پیک بننے اور محرم میں بچوں کو فقیر بنانے اور بدھی پہنانے اور مرثیہ کی مجلس کرنے اور تعزیہ پر نیاز دلوانے وغیرہ خرافات جو روافض اور تعزیہ دار لوگ کرتے ہیں ان کی منت سخت جہالت ہے۔ ایسی منت نہ ماننی چاہیئے اور مانی ہو تو پوری نہ کرے۔
>
> (بہار شریعت جلد نہم ص ٣٥)

اور فرمایا

> بعض جاہل عورتیں لڑکوں کے کان، ناک چھدوانے اور بچوں کی چوٹیاں رکھنے کی منت مانتی ہیں یا اور طرح طرح کی ایسی منتیں مانتی ہیں جن کا جواز کسی طرح ثابت نہیں۔ اوّلاً ایسی واہیات منتوں سے بچیں اور مانی ہو تو پوری نہ کریں اور شریعت کے معاملہ میں اپنے لغو خیالات کو دخل نہ دیں نہ یہ کہ ہمارے بڑے بوڑھے یوہیں کرتے چلے آئے ہیں اور یہ کہ پوری نہ کریں گے تو بچہ مرجائیگا۔ بچہ مرنے والا ہوگا تو یہ ناجائز منتیں بچا نہ لیں گی۔ منت مانا کرو تو نیک کام نماز، روزہ، خیرات، درود شریف، کلمہ شریف،

اور قرآن شریف پڑھنے، فقیروں کو کھانا دینے کپڑا پہنانے وغیرہ کی منت مانو (بہار شریعت جلد نہم صـ۳۵)

تکبیر کے وقت بیٹھنا

تکبیر کے وقت بیٹھنے کا حکم ہے۔ کھڑا رہنا مکروہ و منع ہے۔ پھر جب تکبیر کہنے والا حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہونچے تو اٹھنا چاہیے۔ اس کے بارے میں فقہائے کرام اور شارحین حدیث کی تصریحات درج ذیل ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صـ۵۳ میں مضمرات سے ہے۔

إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ عِنْدَ الْإِقَامَةِ يُكْرَهُ لَهُ الْإِنْتِظَارُ قَائِمًا وَلٰكِنْ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ إِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ قَوْلَهٗ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۔

اگر کوئی شخص تکبیر کے وقت آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہونچے تو اس وقت کھڑا ہو۔

شیخ علاء الدین محمد بن علی حصکفی درمختار میں یا تحریر فرماتے ہیں۔

دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْمُؤَذِّنُ يُقِيْمُ قَعَدَ ۔

جو شخص تکبیر کہے جانے کے وقت مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے۔

اسی عبارت کے تحت شامی جلد اول صـ۲۶۸ میں ہے۔

يُكْرَهُ لَهُ الْإِنْتِظَارُ قَائِمًا وَلٰكِنْ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُوْمُ إِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۔

اس کے لیے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے پھر جب مؤذن حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے تو اٹھے۔

اور مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول مجیدی ص ۱۳۶ میں لکھتے ہیں۔

إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُكْرَهُ لَهُ انْتِظَارُ الصَّلَاةِ قَائِمًا بَلْ يَجْلِسُ فِي مَوْضِعٍ ثُمَّ يَقُوْمُ عِنْدَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ وَبِهٖ صَرَّحَ فِي جَامِعِ الْمُضْمَرَاتِ

جو شخص مسجد کے اندر داخل ہو اسے کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ وہ کسی جگہ بیٹھ جائے پھر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کے وقت کھڑا ہو۔ اس کی تصریح جامع المضمرات میں ہے۔

اور علامہ سید احمد طحطاوی علی المراقی مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۱۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

إِذَا أَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْإِقَامَةِ وَدَخَلَ رَجُلٌ الْمَسْجِدَ فَإِنَّهُ يَقْعُدُ وَلَا يَنْتَظِرُ قَائِمًا فَإِنَّهُ مَكْرُوْهٌ كَمَا فِي الْمُضْمَرَاتِ قُهُسْتَانِي وَيُفْهَمُ مِنْهُ كَرَاهَةُ الْقِيَامِ ابْتِدَاءَ الْإِقَامَةِ وَالنَّاسُ عَنْهُ غَافِلُوْنَ ٥

مکبر جب تکبیر کہنے لگے اور کوئی شخص مسجد میں آئے تو وہ بیٹھ جائے۔ کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے اس لیے کہ تکبیر کے وقت کھڑا رہنا مکروہ ہے جیسا کہ مضمرات قہستانی میں ہے اور اس حکم سے سمجھا جاتا ہے کہ شروع اقامت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

لہذا جو لوگ مسجد میں موجود ہیں تکبیر کے وقت بیٹھے رہیں اور جب مکبر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ ٥ پر پہونچے تو اٹھیں۔ اور یہی حکم امام کے لیے بھی ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری صـ ۵۳ میں ہے۔

يَقُوْمُ الْاِمَامُ وَالْقَوْمُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ عِنْدَ عُلَمَائِنَا الثَّلَاثَةِ وَهُوَ الصَّحِيْحُ ۔

علمائے ثلٰثہ حضرت امام اعظم، امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک امام و مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جبکہ تکبیر کہنے والا حَيَّ عَلَى الْفَلَاحْ کہے اور یہی صحیح ہے

اور در مختار مع رد المحتار جلد اول ص ٣٢٢ میں ہے ۔

وَالْقِيَامُ لِاِمَامٍ وَمُؤْتَمٍّ حِيْنَ قِيْلَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ۔

امام و مقتدی کا حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے وقت کھڑا ہونا سنت مستحبہ ہے ۔

اور شرح وقایہ جلد اول مجیدی ص ١٣٦ میں لکھا ہے ۔

يَقُوْمُ الْاِمَامُ وَالْقَوْمُ عِنْدَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ ۔

امام اور مقتدی حَيَّ عَلَى الصَّلَاةْ کہنے کے وقت کھڑے ہوں ۔

شیخ حسن بن علی شرنبلالی مراقی الفلاح میں تحریر فرماتے ہیں ۔

قِيَامُ الْقَوْمِ وَالْاِمَامِ اِنْ كَانَ حَاضِرًا بِقُرْبِ الْمِحْرَابِ حِيْنَ قِيْلَ اَيْ وَقْتَ قَوْلِ الْمُقِيْمِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

امام اگر محراب کے پاس حاضر ہو تو امام اور مقتدی کا مکبر کے حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت کھڑا ہونا نماز کے آداب میں سے ہے ۔

اور حدیث شریف کی مشہور کتاب مؤطا امام محمد باب "تسویۃ الصف" ص ٨٨ میں ہے ۔

قَالَ مُحَمَّدٌ يَنْبَغِيْ لِلْقَوْمِ اِذَا

حضرت امام محمد شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ أَنْ يَقُوْمُوْا إِلَى الصَّلٰوةِ فَيَصُفُّوْا وَيُسَوُّوا الصُّفُوْفَ۔

فرماتے ہیں کہ تکبیر کہنے والا جب حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ پر پہونچے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ نماز کے لیے کھڑے ہوں اور پھر صف بندی کرتے ہوئے صفوں کو سیدھی کریں۔

اور مرقاۃ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول ص ۴۱۹ میں تحریر فرماتے ہیں

قَالَ أَئِمَّتُنَا يَقُوْمُ الْإِمَامُ وَالْقَوْمُ عِنْدَ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔

ہمارے ائمہ کرام حضرت امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے فرمایا کہ امام اور مقتدی حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة کے وقت کھڑے ہوں

اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۳۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں۔

فقہا گفتہ اند مذہب آنست کہ نزد حَيَّ عَلَى الصَّلَاة باید برخاست

فقہائے کرام نے فرمایا۔ مذہب یہ ہے کہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاة کے وقت اٹھنا چاہیئے۔

اور نواب قطب الدین خاں مشکوٰۃ کے اردو ترجمہ مظاہر حق میں لکھتے ہیں کہ ”فقہائے لکھا ہے کہ جب تکبیر کہنے والا حَيَّ عَلَى الصَّلَاة کہے اس وقت مقتدی کھڑے ہوں“

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی ”مالابد منہ“ ص ۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔

نزد حَيَّ عَلَى الصَّلَاة امام برخیزد۔

امام حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کے وقت اٹھے۔

اس عبارت کی شرح میں مفتی سعد اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

امام برخیزد و مقتدیاں نیز زیرا کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ امر است بجا آوردہ شود ۔

امام اٹھے اور مقتدی بھی ۔ اس لیے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ جو حکم ہے اسے ادا کیا جائے ۔

حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں

> اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے ۔ تکبیر کہنے والا جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہونچے اس وقت کھڑا ہو ۔ یوں ہی جو لوگ مسجد میں موجود ہوں وہ بیٹھے رہیں ۔ اس وقت اٹھیں جب مکبر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح پر پہونچے ۔ یہی حکم امام کے لیے بھی ہے آج کل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ اقامت کے وقت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں اور بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلے پر کھڑا نہ ہو اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی یہ خلاف سنت ہے ۔
>
> ـــــ بہار شریعت جلد سوم ص ۳۴

فقہائے کرام اور شارحین حدیث کی مذکورہ بالا عبارتوں سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ امام اور مقتدی کو حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے وقت کھڑا ہونا چاہیئے ۔ یہ مسئلہ فقہ کی اکثر کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے ۔ مگر افسوس کہ آج کل بہت سے جاہل خصوصًا وہابی ، دیوبندی اس مسئلہ پر عمل کرنے والوں سے لڑتے جھگڑتے اور فتنہ برپا کرتے ہیں ۔ حالانکہ ان کے پیشواؤں نے اردو کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں بھی اس مسئلہ کو اسی طرح لکھا ہے ۔ "مفتاح الجنۃ" ص ۳۳

پر ہے کہ جب اقامت میں حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہے تب امام اور سب لوگ کھڑے ہو جائیں اور "راہِ نجات صـ۱۲" میں ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کے وقت امام اٹھے۔ وہابیوں، دیوبندیوں کا اب بھی اس مسئلہ کی مخالفت کرنا کھلی ہوئی ہٹ دھرمی ہے۔ خدائے تعالےٰ انھیں حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العٰلمین

خطبہ کی اذان مسجد کے باہر سنت ہے

حدیث کی معتبر کتاب ابوداؤد شریف جلد اول صـ۱۶۲ میں ہے۔

عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جمعہ کے روز منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ خطبہ کی اذان مسجد کے دروازہ پر پڑھنا سنت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے زمانے میں خطبہ کی اذان مسجد کے دروازے ہی پر ہوا کرتی تھی۔ اسی لیے فقہائے کرام مسجد کے اندر اذان پڑھنے ک

انتباہ:- بعض کتابوں میں حی علی الصلاح اور بعض میں حی علی الفلاح پر اٹھنے کا حکم ہے تو حی علی الصلاۃ کے آخر میں اٹھیں اور حی علی الفلاح کے شروع میں سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ فتاوی رضویہ میں ہے۔ اذا حملنا الاول علی الانتہاء والاخر علی الابتداء اتحد القولان اھ منہ

منع فرماتے ہیں۔ فتاویٰ قاضیخان جلد اول مصری ص۷۸، فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۵۵ اور بحر الرائق جلد اول ص۲۶۸ میں ہے لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ یعنی مسجد کے اندر اذان پڑھنا منع ہے اور فتح القدیر جلد اول ص۲۱۹ میں ہے قَالُوْا لَا یُؤَذَّنُ فِی الْمَسْجِدِ یعنی فقہائے کرام نے فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے اور طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۱ میں ہے۔

یُکْرَہُ اَنْ یُّؤَذَّنَ فِی الْمَسْجِدِ کَمَا فِی الْقُھُسْتَانِیِّ عَنِ النَّظْمِ	مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے اسی طرح قہستانی میں نظم سے ہے۔

لہٰذا یہ جو رواج ہو گیا ہے کہ خطبہ کی اذان مسجد کے اندر دی جاتی ہے غلط ہے۔ خدائے تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ اس غلط رواج کو چھوڑ کر حدیث و فقہ پر عمل کریں۔ آمین

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا جائز ہے۔ اسے ناجائز کہنا جہالت و نادانی ہے کہ صحابۂ کرام نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پائے اقدس کے بوسے لیے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ زَارِعٍ وَکَانَ فِیْ وَفْدِ عَبْدِ الْقَیْسِ قَالَ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِیْنَۃَ فَجَعَلْنَا نَتَبَادَرُ مِنْ رَّوَاحِلِنَا	حضرت زارع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو وفد عبد القیس میں شامل تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مدینہ میں آئے تو جلد جلد اپنی

فَقَبَّلْنَا يَدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَهٗ (رواہ ابو داؤد)

سواریوں سے اتر پڑے اور ہم نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے ہاتھ اور پاؤں کا بوسہ لیا

(ابوداؤد ، مشکوۃ ص۴۰۲)

اس حدیث کے تحت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

ازیں جا تجویز پائے بوس معلوم شد

اس حدیث شریف سے پاؤں چومنے کا جائز ہونا ثابت ہوا۔

(اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۲۵)

اور علامہ ابن علی حصکفی در مختار باب الاستبراء میں تحریر فرماتے ہیں۔

لَا بَاْسَ بِتَقْبِيْلِ يَدِ الرَّجُلِ الْعَالِمِ وَالْمُتَوَرِّعِ عَلٰى سَبِيْلِ التَّبَرُّكِ

برکت کے لیے عالم اور پرہیزگار آدمی کا ہاتھ چومنا جائز ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۳۲۱ میں ہے۔

اِنْ قَبَّلَ يَدَ عَالِمٍ اَوْ سُلْطَانٍ عَادِلٍ لِعِلْمِهٖ اَوْ عَدْلِهٖ لَا بَاْسَ بِهٖ

اگر علم اور عدل کی وجہ سے عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے تو جائز ہے۔

اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص۲۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

بوسہ دادن دست عالم متورع را جائز ست، و بعضے گفتہ اند مستحب ست و آنکہ بعد از مصافحہ دست خود را بوسند

پرہیزگار عالم کے ہاتھ کو چومنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے کہا کہ مستحب ہے۔ اور جو لوگ کہ مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومتے ہیں

چیزے نیست و فعل جاہلان ست و مکروہ است ۔

کوئی چیز نہیں ۔ جاہلوں کا فعل ہے اور مکروہ ہے ۔

پھر چند سطر بعد فرمایا ۔

اگر بر دست عالم یا سلطان بوسہ دہد از جہت علم و عدالت و اعزاز دین لاباس بہ است ۔ و اگر بجہت غرض دنیاوی کند مکروہ است اشد کراہت ۔

دین کی عزت اور علم و عدالت کی وجہ سے پرہیز گار عالم اور عادل بادشاہ کے ہاتھ چومے تو جائز ہے ۔ اور اگر دنیاوی غرض کے لیے ایسا کرے تو سخت مکروہ ہے ۔

مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی فتاوٰی رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحۃ صہ ۵ میں لکھتے ہیں ۔

"تعظیم دین دار کو کھڑا ہونا درست ہے اور پاؤں چومنا ایسے ہی شخص کا بھی درست ہے ۔ حدیث سے ثابت ہے ۔

فقط رشید احمد عفی عنہ ۔

ان عبارات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ دیندار عالم اور پرہیزگار آدمی کا ہاتھ پیر چومنا جائز ہے ۔

ایصالِ ثواب اور فاتحہ

ایصال ثواب کرنا اور فاتحہ پڑھنا جیسا کہ مسلمانوں میں رائج ہے بلاشبہ جائز و مستحسن ہے ۔ حدیث شریف میں ہے ۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَيُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ ۔ قَالَ الْمَاءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ

(رواہ ابوداؤد والنسائی)

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ ام سعد یعنی میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے ان کے لیے کون سا صدقہ افضل ہے ؟ سرکار اقدس نے فرمایا پانی ۔ تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لیے ہے یعنی اس کا ثواب انکی روح کو ملے (ابوداؤد ۔ نسائی مشکوٰۃ ۱۶۹)

اس حدیث شریف سے چند باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں ۔

(۱) میت کو کسی کار خیر کا ثواب بخشنا بہتر ہے کہ صحابی رسول نے کنواں کھودنے کا ثواب اپنی ماں کو بخشا ۔

(۲) ثواب بخشنے کے الفاظ زبان سے کہنا صحابی کی سنت ہے کہ کنواں کھودنے کے بعد انھوں نے فرمایا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یہ کنواں سعد کی ماں کے لیے ہے یعنی اس کا ثواب ان کی روح کو ملے ۔

(۳) کھانا یا شیرینی وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایصال ثواب کرنا جائز ہے ۔ اس لیے کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشارۂ قریب کا لفظ استعمال کرتے ہوئے فرمایا هٰذِهٖ لِاُمِّ سَعْدٍ یعنی یہ کنواں سعد کی ماں کے لیے ہے جس سے معلوم ہوا کہ کنواں ان کے سامنے تھا ۔

(۴) غریب و مسکین کو کھانا وغیرہ دینے سے پہلے بھی ایصال ثواب کرنا جائز ہے جیسا کہ صحابی رسول نے کیا۔ کہ کوآں تیار ہونے کے ساتھ ہی انھوں نے ایصال ثواب کیا حالانکہ لوگوں کے پانی استعمال کرنے پر ثواب ملیگا۔ اسی طرح اگرچہ غریب و مسکین کو کھانا دینے پر ثواب مرتب ہوگا لیکن اس ثواب کو پہلے ہی بخش دینا بھی جائز ہے۔

اور بزرگان دین کے مزارات اور عامۂ مومنین کی قبروں پر فاتحہ کا جو طریقہ رائج ہے کہ مختلف جگہ سے قرآن مجید کی چند سورتیں اور آیتیں پڑھی جاتی ہیں پھر ایصال ثواب کیا جاتا ہے بلاشبہ جائز و مستحسن ہے۔ اسی طرح پانچوں وقت نمازوں سے فارغ ہو کر دعاؤں میں الفاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص وغیرہ پڑھکر ایصال ثواب کرنا جیسا کہ بمبئی وغیرہ میں رائج ہے بہتر ہے۔ اس لیے کہ ایصال ثواب کرنے والے اور جن کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے دونوں اجر و ثواب کے مستحق ہوتے ہیں۔

درمختار بحث قراءۃ للمیت میں ہے۔

فِی الْحَدِیْثِ مَنْ قَرَأَ الْاِخْلَاصَ	حدیث شریف میں ہے جو شخص گیارہ بار
اَحَدَ عَشَرَ مَرَّۃً ثُمَّ وَهَبَ	سورۂ اخلاص یعنی قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھے
اَجْرَهَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِیَ مِنَ	پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو
الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ۔	تمام مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

اور رد المحتار شامی میں اسی جگہ شرح اللباب سے ہے۔

يَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا تَيَسَّرَ لَهُ مِنَ
الْفَاتِحَةِ وَاَوَّلِ الْبَقَرَةِ وَاٰيَةِ
الْكُرْسِيِّ وَاٰمَنَ الرَّسُوْلُ وَسُوْرَةِ
يٰسٓ وَتَبَارَكَ الْمُلْكُ وَ
سُوْرَةِ التَّكَاثُرِ وَالْاِخْلَاصِ
اِثْنَيْ عَشَرَ مَرَّةً اَوْ اِحْدٰى عَشَرَ
اَوْ سَبْعًا اَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ يَقُوْلُ
اَللّٰهُمَّ اَوْصِلْ ثَوَابَ مَا قَرَأْنَاهُ
اِلٰى فُلَانٍ اَوْ اِلَيْهِمْ۔

جو ممکن ہو قرآن پڑھے یعنی سورۂ فاتحہ ،
سورۂ بقر کی پہلی آیتیں ، آیۃ الکرسی ،
آمن الرسول ، سورۂ یٰس ، سورۂ ملک ،
سورۂ تکاثر پڑھے ، اور سورۂ اخلاص
بارہ ، گیارہ ، سات یا تین بار پڑھے پھر
کہے کہ یا اللہ جو کچھ میں نے پڑھا اس کا
ثواب فلاں کو یا لوگوں کو پہونچا دے

اور جو کھانا و مالیدہ وغیرہ بنا کر امامین کریمین حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا کسی دوسرے بزرگ کی نیاز کرتے ہیں وہ بھی جائز اور باعث برکت ہے جیسا کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی فتاوٰی عزیزیہ جلد اول ص ۵۸ میں فرماتے ہیں۔

طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین
نمایند بر آں فاتحہ و قل و درود خواندن
تبرک می شود و خوردن بسیار خوب ست

جو کھانا کہ حضرات حسنین کو نیاز کریں۔ اس پر
فاتحہ ، قل اور درود شریف پڑھنا باعث
برکت ہے اور اسکا کھانا بہت اچھا ہے۔

اور اسی فتاوٰی عزیزیہ جلد اول ص ۵ میں لکھا ہے۔

اگر مالیدہ و شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے

اگر مالیدہ اور چاولوں کی کھیر کسی بزرگ کے

بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پختہ بخورانند مضائقہ نیست جائز ست۔

فاتحہ کے لیے ایصال ثواب کی نیت سے پکا کر کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ جائز ہے۔

پھر چند سطر بعد فرمایا۔

اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد پس اغنیا را ہم خوردن ازاں جائز ست

اگر فاتحہ کسی بزرگ کے نام کیا گیا تو مالداروں کو بھی اس میں سے کھانا جائز ہے۔

اور آج کل فاتحہ و نیاز کی جو صورت عام طور پر رائج ہے وہ بھی جائز ہے جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی جنھیں دیوبندی لوگ اپنا پیر، دادا پیر اور پردادا پیر مانتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

> بلکہ اگر کوئی مصلحت باعث تقیید ہیئت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورۂ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے۔ اور تہجد میں اکثر مشایخ کا معمول ہے۔ اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلادیا اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کرلی۔ متاخرین نے یہ خیال کیا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کے لیے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستعسن ہے۔ اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ! اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہونچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ

> اس کا مشار الیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو۔ تو کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہوا یہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے کہ اس کلام کا ثواب بھی پہونچ جائے کہ جمع بین العبادتین ہے۔ چہ خوش بود برآید بیک کرشمہ دو کار۔ قرآن کی بعض سورتیں بھی جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں پڑھی جانے لگیں۔ کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لیے رفع یدین سنت ہے ہاتھ بھی اٹھانے لگے۔ کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جائے گا اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے کہ پانی پلانا بڑا الثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا۔ پس یہ ہیئت کذائیہ حاصل ہو گئی (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۶)
>
> پھر حاجی صاحب آگے لکھتے ہیں۔
>
> اور گیارہویں شریف حضرت غوث پاک قدس سرہ اور دسواں، بیسواں چہلم و ششماہی و سالیانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و حلوائے شب براءت و دیگر ثواب کے اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔
>
> فیصلہ ہفت مسئلہ ص۸

حاجی صاحب نے فیصلہ کر دیا کہ فاتحہ و نیاز کی مروجہ صورت اور دسواں، بیسواں وغیرہ جائز ہے۔ اب بھی ان باتوں کو ناجائز کہنا دیوبندیوں

کی کھلی ہوئی ہٹ دھرمی ہے اور حاجی صاحب کو گنہگار ٹھہرانا ہے۔

فاتحہ کا آسان طریقہ

پہلے تین یا پانچ یا سات بار درود شریف پڑھے پھر کم سے کم چاروں قل، سورۂ فاتحہ اور الٓمٓ سے مفلحون تک پڑھے۔ پھر آخر میں تین یا پانچ یا سات بار درود شریف پڑھے اور بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کرے۔

یا اللہ! ہم نے جو کچھ درود شریف پڑھا ہے اور قرآن مجید کی آیتیں تلاوت کی ہیں ان کا ثواب (اگر شیرینی یا کھانا ہو تو اتنا اور کہے کہ اس کھانا اور شیرینی کا ثواب) میری جانب سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نذر پہونچا دے۔ پھر ان کے وسیلہ سے جملہ انبیائے کرام علیہم السلام وصحابہ اور تمام اولیا و علماء کو عطا فرما۔

(پھر اگر کسی خاص بزرگ کو ایصال ثواب کرنا ہو تو ان کا نام خصوصیت سے لے کر مثلاً یوں کہے کہ خصوصاً حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نذر پہونچا دے) اور پھر جملہ مومنین و مومنات کی ارواح کو ثواب عطا فرما۔

اور کسی عام آدمی کو ایصال ثواب کرنا ہو تو اس کا ذکر خصوصیت

سے کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ خصوصاً ہمارے والد و والدہ کی روحوں کو ثواب پہونچادے اور پھر جملہ مومنین و مومنات کی ارواح کو ثواب عطا فرما۔

آمین یا رب العلمین برحمتک
یا ارحم الراحمین ہ

ذخیرہ
قادری رضوی لائبریری
لاہور پاکستان

وقت کی پکار

چند تجاویز

تحریر: میاں عبدالرشید

"نوائے وقت" کی ملی اشاعتوں میں "وقت کی پکار" کے عنوان کے تحت پیرزادہ مولانا بہاؤالحق قاسمی صاحب کا ایک مضمون تین قسطوں میں شائع ہوا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کے تینوں مکاتب فکر ——— بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث ——— کا باہمی اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے خیال تھا کہ صاحب مضمون اس سلسلہ میں کوئی ٹھوس تجاویز پیش کریں گے۔ مگر انہوں نے صرف عدم تکفیر پر زور دیا ہے اور مختلف بزرگوں کی طرف سے رواداری کی تلقین کی مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے اور بعض مثالیں بھی ایسی دی ہیں جو میرے خیال میں الٹا دلآزاری کا باعث ہیں مثلاً قسط اول میں "اشرف السوانح" کے اقتباس نمبر ۲ کے یہ الفاظ "مولوی احمد رضا خاںؒ صاحب (بریلوی) کی بھی (جن کی سخت ترین مخالفت اہل حق سے عموماً اور حضرت والا سے خصوصاً شہرہ آفاق ہے) ....." "حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کو اہل حق کا سخت ترین مخالف بتانا۔ کیا یہ ان کے احترام کی مثال ہے؟ اسی طرح "تاریخ جمیلہ" سے رواداری کے جس واقعہ کا حوالہ دیا گیا ہے"... موحدوں نے جمع ہو کر مولوی اسمٰعیل صاحب شہید سے عرض کیا کہ امام عیدگاہ بدعتی ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا اچھا نہیں...... تب مولانا شہید نے فرمایا...... وہ یہ سب باتیں اپنی نفسانیت سے کہتے ہیں...... اپنے عقیدے سے نہیں کہتے۔" ظاہر ہے کہ امام مذکور دوسرے مکتب فکر سے تعلق رکھتا تھا۔ نماز تو اس کے پیچھے پڑھ لی مگر پہلے اسے بدعتی اور نفسانیت کا پجاری کہہ کر۔ باہمی رواداری کی یہ کوئی اچھی مثال نہیں۔

راقم کو تینوں مکاتب فکر کے علماء کے قریب دس دس پندرہ پندرہ برس گزارنے کا موقع ملا ہے میں نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا ہے میری ناچیز رائے میں مندرجہ ذیل ٹھوس تجاویز تینوں مکاتب فکر کے عوام کو قریب تر لانے میں ممد و معاون ہو سکتی ہیں۔

۱ - بریلوی حضرات کے لئے "مشرک" اور "بدعتی" کے الفاظ کا استعمال یکسر ترک کر دیا جائے صرف ان سے ملاقات کے موقع پر ہی نہیں، بلکہ اپنی نجی محفلوں میں بھی۔ کسی مسلمان کو مشرک کہنا بہت بڑی زیادتی ہے شرک تو ظلم عظیم ہے۔ جس کی معافی ہی نہیں اور بدعت وہ چیز ہے جس کی پہلے کوئی مثال یا نظیر نہ ہو۔ ورنہ بقول قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ نہ صرف فقہا پر۔ بلکہ تمام عالم پر عافیت تنگ ہو جائے گی۔" بقول مولانا عبیداللہ سندھی بدعت وہ نئی چیز ہے "جس کے نہ کرنے کو گناہ سمجھ لیا جائے۔

اللہ تعالے نے اپنی شان میں بدیع السمٰوٰت والارض فرمایا ہے آسمانوں اور زمین کو نیست سے وجود میں لانے والا اسی لئے بدعت وہ ہے جس کا پہلے سرے سے وجود ہی نہ تھا مثلاً درود شریف کا حکم قرآن پاک میں ہے حضورؐ نے اس کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں بعد میں آنے والے مختلف اصحاب نے مختلف درود شریف لکھ کر اپنی عقیدت کا ثبوت پیش کیا ہے جیسے درود تاج ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ درود تاج پڑھنا بدعت ہے تو یہ درست نہیں ہوگا۔ اسی طرح آنجنابؐ کے دور مبارک میں قرآن مبارک کی آیات کی روشنی میں مواعظ کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ مگر قرآن پاک کا اردو ترجمہ نہ ہوتا تھا قرآن پاک کا باقاعدہ درس دیا جاتا تھا اگر اس بنا پر کوئی یہ کہے کہ نماز کے بعد قرآن پاک کا درس۔ جیسے آجکل بالعموم دیا جاتا ہے یہ بدعت ہے۔ تو کوئی اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔

۲ - جس کتاب میں بھی حضورؐ کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے فقرے ہیں، انہیں وہاں سے حذف کر دیا جائے اور اس بات کی پرواہ نہ کی جائے کہ اس کا لکھنے والا کون ہے۔ لکھنے والا خواہ کوئی ہو، آخر حضورؐ کے مقابلہ میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ اگر یہ مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کے متعلق جو تین اشعار لکھے
ان کے کلام سے نکال دیا جاتے، تو یہ کیوں نہیں ہ
اسماعیل دہلوی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی کتا
وہ فقرے نکال دیتے جائیں، جن سے حضورؐ کی ش
گستاخی اور بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے۔

۳ - حضرت مولانا امداد اللہ مہاجر مکیؒ، تمام د
اکابرین کی محترم شخصیتیں ہیں۔ انہوں نے ایک ر
ہفت مسائل" لکھا ہے۔ اسے بآسانی باہمی ا
بنایا جا سکتا ہے۔ محکمہ اوقاف نے حال ہی میں ی
بھی کر دیا ہے۔

۴ - درود شریف پڑھنا تو فرض ہے۔ اللہ
قرآن پاک میں اس کا حکم دیا ہے۔ دیوبندی ا
فرض نمازوں کے بعد تین بار بلند آواز سے در
پڑھنا شروع کر دیں۔ یا رسول اللہؐ والا نہ سہی
والا ہی پڑھ لیں۔ تین ماہ کے اندر اندر تینوں مکا
عوام بالکل قریب آجائیں گے۔ علماء کا میں کہہ
درود شریف میں ویسے بھی یہ برکت ہے کہ اس
محبت پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ نماز فر
بآواز بلند درود شریف پڑھنے سے بعد میں نما
والوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے، تو حج کے ا
نمازوں کے بعد بآواز بلند تکبیریں پڑھنے کی نظیر
ویسے بھی اکثر مسجدوں میں فجر کی نماز کے بعد ب
پر تقریریں ہوتی ہیں۔ آخر میں میں یہ عرض کر
اصحاب خود حضورؐ کی شان میں گستاخی کے مرتکب
ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لینا چاہیے
پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے۔

راقم الحروف کی اپیل علماء سے زیادہ عوا
علماء کے ذہن سالہا سال تک مکتب فکر کے سا
رہنے کے باعث متحجر ہو چکے ہیں۔ ان کے لئے
نقطہ نگاہ سمجھنا مشکل ہے۔ البتہ عوام میں سے
رکھنے والا پڑھا لکھا طبقہ چاہے تو مندرجہ صد
روشنی میں تینوں مکاتب فکر کے لوگوں کو قر
سلسلہ میں مفید خدمات سر انجام دے سکتے

* * *

بشکریہ روزنامہ نوائے وقت، ۱۷ جنوری ۱۹۷۶ء

عظیم پبلی کیشنز کی عظیم پیش کش

جناب حسنین رضا خاں قادری
کی بلند پایہ تصنیف

دنیائے اسلام کے اسباب زوال

جس میں فاضل مصنف نے
مسلمانانِ عرب و عجم کی رُوداد غم اور عالم اسلام کی داستان الم
انتہائی پُر اثر اور دل نشیں پیرائے میں تاریخی واقعات
اور قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی ہے

زبان شستہ ، انداز دلکش ، حوالے مستند ، دلائل قاطع ،
عمدہ کاغذ ، اعلیٰ کتابت ، معیاری آفسٹ طباعت اور حسین گرد پوش

ملنے کا پتا
عظیم پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۱۹۹۶ لاہور